وسلم للزبیر وعبد الرحمٰن بن عوف لبس الحریر لحکۃ بھما

بخاری (لباس) مسلم (لباس) ابوداؤد (لباس) ترمذی (لباس) نسائی (زینت)

آنحضورؐ نے زبیر اور عبدالرحمٰن بن عوف کو ریشم پہننے کی اجازت دی کیونکہ ان کو خارشت تھی۔

علیہ وآلہ لبس الحریر لاحد من الرجال الا لعبد الرحمٰن بن عوف و ذٰلک انہ کان رجلا قملا

فقیہ $\frac{1}{164}$

آنحضورؐ نے مردوں میں سے کسی کو بجز عبدالرحمٰن بن عوف کے ریشم پہننے کی اجازت نہیں دی اور یہ اس لیے کہ ان کے چلوے (چیلڑ) بہت پیدا ہوتے تھے۔

نماز میں قتل موذی

(ابوھریرۃ) مرفوعا: اقتلوا الاسودین فی الصلوۃ الحیۃ والعقرب

ابوداؤد (صلوۃ) ترمذی (مواقیت) نسائی (سہو) ابن ماجہ (اقامہ)

نماز کی حالت میں اسودین یعنی سانپ اور بچھو کو مار سکتے ہو۔

(زرارہ عن ابی جعفر) قال لہ: رجل یری العقرب والافعیٰ والحیۃ وھو یصلی ھل یقتلھا؟ قال: نعم ان شاء فعل

فقیہ $\frac{1}{164}$

زرارہ نے پوچھا کہ ایک شخص بحالت نماز بچھو، افعی اور سانپ کو دیکھتا ہے تو کیا وہ اسے مار سکتا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہاں اگر چاہے تو یہ کر سکتا ہے۔

افضل صف

(ابوھریرۃ) مرفوعا: .... خیر صفوف الرجال اولھا وشرھا آخرھا ....

مسلم (صلوۃ) ترمذی (مواقیت) ابوداؤد

(ابوجعفر) .... افضل الصفوف اولھا وافضل اولھا ما دنی الی الامام۔

فقیہ $\frac{1}{244}$

وصلوٰۃ)، ابن ماجہ (اقامت)، نسائی (امامت)

مردوں کے لیے بہتر صف اوّل ہے اور بدتر صف آخر . . . .

بہترین صف پہلی صف ہے اور پہلی صف میں بہتر وہ ہے جو امام سے قریب ہو۔

قبلہ رو ہو کر بول و براز نہ کرو

(ابوسعید الخدری) . . . . انہٗ نہی ان یستقبل القبلۃ بغائط او بول

ابن ماجہ (طہارت)، ابوداؤد (طہارت)

آنحضرتؐ نے بول و براز کے وقت قبلہ رو ہونے سے منع فرمایا ہے۔[۱]

(ابوعبد اللہ) . . . . نہی عن استقبال القبلۃ ببول او غائط

فقیہ ۱/۱۸، تہذیب ۱/۳۲۶

آنحضرتؐ نے بول و براز کے وقت قبلہ رو ہونے سے منع فرمایا ہے۔

بحالت نماز اگر تھوکنا پڑے

(طارق بن عبد اللہ المحاربی) مرفوعاً: اذا صلیت فلا تبزقن بین یدیک ولا عن یمینک ولکن ابزق عن یسارک او تحت قدمک۔

ابن ماجہ (اقامہ) بخاری عمل فی الصلوٰۃ، مسلم (مساجد)

(ابوجعفر) لا یبزقن احدکم قبل وجہہ ولا عن یمینہ ولیبزق عن یسارہ وتحت قدمہ الیسریٰ۔

فقیہ ۱/۱۸

کوئی شخص سامنے یا دائیں نہ تھوکے بلکہ

۱۔ ہم نے لفظی مماثلت کی وجہ سے صرف ابن ماجہ و ابوداؤد کا حوالہ دیا ہے ورنہ اسی مضمون کی روایت بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، موطا، مسند احمد اور دارمی وغیرہ سب میں ہے۔ ہم نے جہاں متعدد حوالے دیے ہیں ان کا مطلب صرف مضمون کی مماثلت ہے اور جہاں ہم نے تمام کتابوں کے حوالے نہیں دیے ہیں ان کا مطلب صرف لفظی مماثلت کی روایت ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ یہ مضمون دوسرے الفاظ میں کسی اور کتاب میں نہیں۔

ترمذی (جمعہ) نسائی (طہارت)

جب نماز میں ہو تو اپنے سامنے یا دائیں نہ
تھوکو بلکہ بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوکو۔

بائیں پاؤں کے نیچے تھوکے۔

بچوں سے کب نماز پڑھوائی جائے

(ابن عمرو) مرفوعا: فأمروا اولادکم
بالصلوٰۃ وھم ابناء سبع سنین ....

ابوداؤد (صلوٰۃ)

تمھاری اولاد سات سال کی ہو جائے تو اسے
نماز کا حکم دو۔

(ابوعبداللہ) فأمروا صبیانکم بالصلوٰۃ
اذا کانوا ابناء سبع سنین ....

فقیہ $\frac{1}{182}$

اپنی اولاد کو جب وہ سات سال کی ہو جائے
نماز کا حکم دو۔

بوقت اذان کان میں انگلیاں ڈالنا

(سعد القرظ[1]) انہ صلی اللہ علیہ وسلم
امر بلالا ان یجعل اصبعیہ فی اذنیہ ....

ابن ماجہ (اذان)

آنحضورؐ نے بلال کو حکم دیا کہ (بحالت اذان)
اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال لیا کریں۔

(ابوعبداللہ) من السنۃ اذا اذن الرجل
ان یضع اصبعیہ فی اذنیہ۔

فقیہ $\frac{1}{184}$

جب کوئی شخص اذان کہے تو سنّت یہ ہے کہ اپنی
انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لے۔

دعا رائگاں نہیں جاتی

(سلمان) ان ربکم حیی کریم یستحیی
من عبدہ اذا رفع یدیہ ان یردھا
صفرین خائبتین۔ ابوداؤد (وتر)

(ابوجعفر) ما بسط عبد یدیہ الی اللہ عز و
جل الا واستحیی اللہ ان یردھا صفرا حتی
یجعل فیہا من فضلہ ورحمتہ ما یشاء

فقیہ $\frac{1}{213}$

۱۔ حضورؐ کے چار موذن تھے۔ بلال، عبداللہ ام مکتوم الاعمی، ابومحذورہ (مکے میں) اور سعد القرظ (بلال کی غیبت میں)

ترمذی (دعوات) ابن ماجہ (دعا)
اللہ تعالیٰ حیی اور سخی ہے۔ جب بندہ اس کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اسے خالی اور نامراد واپس کرتے اسے شرم آتی ہے۔

جب بندہ اللہ تعالیٰ کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو شرم آتی ہے کہ اپنی مشیئت کے مطابق اپنی کچھ رحمت و فضل عطا کیے بغیر ہی اسے خالی واپس کر دے۔

باجماعت نماز کا درجہ

(ابوسعید) صلوۃ الرجل فی جماعۃ تزید علی صلاتہ وحدہ خمسا وعشرین درجۃ..

مسند ابی یعلی و مستدرک حاکم و مسند احمد

جماعت سے نماز ادا کرنا تنہا ادا کرنے سے پچیس گنا زیادہ بلند درجہ رکھتا ہے۔

(   )....وصلاۃ الرجل فی جماعۃ تفضل علی صلاۃ الرجل وحدہ بخمس و عشرین درجۃ فی الجنۃ....

فقیہ ۱/۱۴۵

جماعت سے نماز ادا کرنا تنہا ادا کرنے سے جنت میں پچیس گنا زیادہ درجہ رکھتا ہے۔

تارکینِ جماعت پر وعید

(ابوھریرہ) مرفوعا: ....ولقد ھممت ان آمر بالصلوۃ فتقام ثم آمر رجلا فیصلی بالناس ثم انطلق معی برجال معھم حزم من حطب الی قوم لایشھدون الصلوۃ فاحرق علیھم بیوتھم بالنار

بخاری (اذان) مسلم (مساجد) ابوداؤد (صلوٰۃ)
ترمذی (صلوٰۃ) نسائی (اقامہ) ابن ماجہ (مساجد)

میں نے ارادہ کیا ہے کہ نماز کا حکم دوں اور جب اقامت کہی جا چکے تو میں کسی اور کو نماز

(ابوجعفر) مرفوعا: لتحضرن المسجد اولا حرقن علیکم منازلکم

فقیہ ۱/۱۴۶

تم لوگ مسجد کی حاضری دیا کرو ورنہ میں تمہارے گھروں کو جلا کر تمہارے اوپر گرا دوں گا۔

پڑھانے کا حکم دے کر خود کچھ آدمیوں کو جن کے ساتھ لکڑی کے گٹھر ہوں ساتھ لے کر ان لوگوں کی طرف جاؤں جو مسجد میں نہیں آتے پھر ان کے گھروں کو جلا کر ان پر گرادوں۔

مقتدیوں کی رعایت

(جابر) ..... ثم جاء یؤم قومه فقرأ البقرة فاعتزل رجل من القوم فصلی فقیل له نافقت یا فلان فقال ما نافقت واتی النبی صلی الله علیه وسلم فقال ان معاذاً یصلی ثم یرجع فیؤمنا فقرأ سورة البقرة فقال یا معاذ أفتان انت؟ اقرأ بکذا اقرأ بکذا قال ابو الزبیر سبح اسم ربک الاعلی واللیل اذا یغشیٰ۔

بخاری (اذان) مسلم (صلوۃ)، ابوداؤد (صلوۃ)، نسائی (اقامہ) ترمذی (جمعہ)

اس کے بعد وہ (معاذ) اپنے محلے کی امامت کرانے آئے اور سورۂ بقرہ پڑھنے لگے۔ آخر اس محلے کے ایک آدمی نے الگ ہو کر اپنی نماز ادا کر لی۔ اس سے لوگوں نے پوچھا کہ تم منافق تو نہیں ہو گئے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔

(ابوعبد الله) وکان معاذ یؤم فی مسجد علی عهد رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ویطیل القرأة وانه مر به رجل فافتتح سورة طویلة فقرأ الرجل لنفسه وصلی ثم رکب راحلته فبلغ ذلک النبی صلی الله علیه وآله فبعث الی معاذ فقال یا معاذ ایاک ان تکون فتانا علیک بالشمس وضحاها وذواتها۔

فقیہ $\frac{1}{255}$

حضورؐ کے عہد میں معاذ ایک مسجد میں امامت کرتے تھے اور طویل قراءت کرتے تھے۔ ایک بار کوئی شخص ان کے پاس سے گزرا تو وہ آغاز نماز کر کے طویل سورہ شروع کر دیا۔ اس نے اپنے دل میں قراءت شروع کر کے نماز ختم کر لی اور اپنی سواری پر چڑھ کر روانہ ہو گیا۔ حضورؐ کو اس واقعے کی اطلاع ملی تو معاذ کو بلوا بھیجا

پھر وہ حضورؐ کے پاس جاکر کہنے لگا کہ معاذ (حضورؐ کے پیچھے نماز پڑھنے کے بعد واپس آئے تو سورہ بقرہ پڑھ ڈالا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اے معاذ کیا تم فتنہ پیدا کرنا چاہتے ہو؟ فلاں فلاں سورتیں ——— اور فرمایا کہ اے معاذ فتنہ جو ہونے سے بچو۔ سورہ شمس وغیرہ جیسی سورتیں پڑھا کرو۔

سورۂ اعلیٰ و سورۂ لیل وغیرہ پڑھا کرو۔

گریۂ طفل سے تخفیف نماز

(انس) مرفوعا: انی لادخل فی الصلوۃ ارید ان اطیلھا فاسمع بکاء الصبی فاتجوز فی صلوتی لما اعلم من وجد امہ من بکائہ

بخاری (اذان) مسلم (صلوۃ) ترمذی (صلوۃ) نسائی (اقامہ) ابو داؤد (صلوۃ) ابن ماجہ (اقامہ)

میں نماز شروع کر کے طول دینا چاہتا ہوں تو بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں لہذا نماز سے جلدی گزر جاتا ہوں کیونکہ میں اس تکلیف کو جانتا ہوں جو ماں کو بچے کے رونے سے ہوتی ہے۔

(ابو عبد اللہ) ان النبی صلی اللہ علیہ و الہ کان ذات یوم یوم اصحابہ فیسمع بکاء الصبی فیخفف صلاتہ

فقہ ۱/۲۰۵

آنحضورؐ کسی دن اپنے اصحاب کی امامت کراتے ہوئے بچے کے رونے کی آواز سنتے تو اپنی نماز میں تخفیف فرما دیتے۔

عورتوں کے لیے سجدے سے سر اٹھانے میں تاخیر

(سھل بن سعد) لقد رأیت الرجال عاقدی ازرھم فی اعناقھم مثل الصبیان من ضیق الازر خلف النبی صلی اللہ علیہ

(علی بن ابی طالب) کان النساء یصلین مع النبی صلی اللہ علیہ و الہ فکن یؤمرن ان لا یرفعن رؤسھن قبل الرجال

وسلم فقال قائل یمعشر النساء لاترفعن روؤسکن حتی یرفع الرجال۔

مسلم (صلوۃ)، ابوداؤد (صلوۃ)

میں نے مردوں کو دیکھا کہ تہمد چھوٹے ہونے کی وجہ سے بچوں کی طرح اسے اپنی گردنوں سے باندھے ہوئے حضورؐ کے پیچھے (نماز ادا کرنے لگے)، پس استنے میں ایک شخص نے آواز دی کہ اے عورتو! مردوں سے پہلے اپنے سر نہ اٹھاؤ۔

لضیق الازر۔

فقیہ ۱/۲۵۹

آنحضورؐ کے ساتھ عورتیں بھی نماز ادا کیا کرتی تھیں تو انھیں حکم دیا جاتا تھا کہ مردوں سے پہلے اپنے سر نہ اٹھائیں کیونکہ تہمد بہت مختصر تھے۔

عورتوں کے لیے مقام نماز

(ابن مسعود) مرفوعاً: صلوۃ المرأۃ فی بیتها افضل من صلاتها فی حجرتها وصلاتها فی مخدعها افضل من صلاتها فی بیتها۔

ابوداؤد (صلوۃ)

عورت کی جو نماز کمرے میں ہو وہ اس سے بہتر ہے جو دالان میں ہو اور اس کی جو نماز کوٹھڑی میں ہو وہ اس سے بہتر ہے جو کمرے میں ہو۔

(ابوعبداللہ) صـ[illegible]أۃ فی مخدعها افضل صلاتها فی بیتها وصلاتها فی بیتها افضل من صلاتها فی الدار۔

فقیہ ۱/۲۵۲

عورت کی نماز جو کوٹھڑی میں ہو اس نماز سے بہتر ہے جو کمرے میں ہو اور اس کی جو نماز کمرے میں ہو وہ اس سے بہتر ہے جو دالان میں ہو۔

صف بندی پر نگاہ

(انس) مرفوعاً: استووا استووا،

(ابوجعفر) مرفوعاً: ..... اقیموا صفوفکم

استووا فوالذی نفسی بیدہ انی لاراکم من خلفی کما اراکم من بین یدی۔

نسائی (صلوٰۃ)

صفیں برابر کرلو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں اپنے پیچھے بھی تمھیں اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح تمھیں اپنے سامنے دیکھتا ہوں۔

فانی اراکم من خلفی کما اراکم من قدامی ومن بین یدی۔

فقیہ $\frac{1}{153}$

اپنی صفوں کو سیدھا رکھا کرو کیونکہ میں جس طرح تمھیں اپنے سامنے دیکھتا ہوں اسی طرح اپنے پیچھے بھی تمھیں دیکھتا ہوں۔

امام کب آگے کھڑا ہو؟

(سمرۃ بن جندب) امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کنا ثلثۃ ان یتقدمنا احدنا۔

ترمذی (صلوٰۃ)

آنحضورؐ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ (بوقت نماز) جب ہم تین ہوں تو ہم میں کا ایک آگے ہو جائے

(محمد بن مسلم) مسئل [ابوجعفر] عن الرجل یؤم الرجلین قال یتقدمہما و لا یقوم بینہما ....

فقیہ $\frac{1}{252}$

ابوجعفر سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جو دو آدمیوں کی امامت کرا رہا ہو تو انھوں نے فرمایا کہ وہ آگے ہو جائے اور ان دونوں کے درمیان کھڑا نہ ہو۔

مستحق امامت

(ابومسعود البدری) مرفوعاً: یؤم القوم اقرؤھم لکتاب اللہ، فان کانوا فی القراءۃ سواء فلیؤمہم

(ابوجعفر) ان اولی الناس بالتقدم فی جماعۃ اقرؤھم للقرآن، و ان کانوا فی القراءۃ سواء فافقہھم

اقدمھم ھجرۃ، فان کانوا فی الھجرۃ سواء فاقدمھم سنًّا و لا یؤم الرجل فی سلطانہ ....

نسائی (امامت، ترمذی (مواقیت)، ابن ماجہ (اقامہ)، مسلم (صلوۃ)، بخاری (صلوۃ)، ابوداؤد (صلوۃ)

جماعت کی امامت وہ کرائے جو ان سب میں زیادہ واقف قرآن ہو۔ اگر واقفیت قرآن میں سب برابر ہوں تو وہ امامت کرائے جو ہجرت میں سبقت لے گیا ہو۔ اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو وہ ہو جو عمر میں زیادہ ہو اور کوئی شخص اس کے دائرۂ امامت میں امامت نہ کرائے۔

فان کانوا فی الفقہ سواء فاقدمھم ھجرۃ فان کانوا فی الھجرۃ سواء فاسنھم فان کانوا فی السن سواء فاصبحھم وجھا۔ وصاحب المسجد اولی بمسجدہ ....

فقیہ $\frac{1}{۲۴۳-۲۴۴}$

جماعت میں آگے ہونے (امام ہونے) کا زیادہ مستحق وہ ہے جو قرآن سے زیادہ واقف ہو۔ اگر اس واقفیت میں سب برابر نکلیں تو جو زیادہ فقیہ ہو۔ اگر فقہ میں بھی برابر ہوں تو جو ہجرت میں سبقت رکھتا ہو۔ اگر ہجرت میں بھی برابر ہوں تو جس کی عمر زیادہ ہو۔ اگر عمر میں بھی برابر ہوں تو جو زیادہ حسین ہو۔ ....

امام سے قریب تر کون کھڑا ہو

(ابومسعود البدری) مرفوعاً .... لیلنی منکم اولوا الاحلام والنھی.

....

نسائی (امامت، مسلم (صلوۃ)، ابوداؤد (صلوۃ)، ابن ماجہ (اقامت)

تم میں سے جو لوگ صاحب عقل و دانش

(ابوجعفر) .... ولیکن من یلی الامام منکم اولوا الاحلام والتقیٰ ....

فقیہ $\frac{1}{۲۴۴}$

تم میں سے جو صاحب عقل و تقویٰ ہو وہی امام سے قریب رہے۔

ہیں وہی مجھ سے (نماز میں) قریب تر
رہیں۔

قبروں کو سجدہ گاہ نہ بناؤ

۱۔ (عطاء بن یسار) مرفوعا: اللهم لاتجعل قبری وثنا یعبد (موطا)

۲۔ (عائشہ) مرفوعاً: لعن الله اليهود والنصارىٰ اتخذوا قبور انبیائهم مساجد۔

بخاری (جنائز) مسلم (مساجد) نسائی (مساجد)

۱۔ اے اللہ میری قبر کو بت نہ بننے دینا جس کی پرستش ہو۔

۲۔ خدا ان یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا۔

(ابو عبید اللہ) مرفوعا: لا تتخذوا قبری قبلة ولا مسجدا فان الله عز وجل لعن اليهود حيث اتخذوا قبور انبيائهم مساجد۔ فقیہ

میری قبر کو قبلہ یا عبادت گاہ نہ بنانا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود پر لعنت بھیجی ہے کیونکہ انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا۔

چوہدری محمد اسماعیل

اسلام کا معاشی نظام

مندرجہ ذیل مضمون اگرچہ طویل ہے۔ لیکن ہم اپنے اصول کے خلاف اسے ایک ہی اشاعت میں دے رہے ہیں۔

مضمون نگار نے جس موضوع پر قلم اٹھایا ہے وہ بے حد اہم اور توجہ طلب ہے۔ ضرورت ہے کہ ملک کے ماہرین معاشیات جو اسلامی فکر اور رجحان رکھتے ہوں اس مسئلے پر بسط و تفصیل سے اپنے خیالات ظاہر کریں۔ "ثقافت" بڑی خوشی سے انھیں شائع کرے گا۔ بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس موضوع سے متعلق مقالات ثقافت میں اشاعت پذیر ہونے کے بعد ایک مجموعہ کی صورت میں شائع کر دیے جائیں۔

محترم مقالہ نگار نے جو کچھ لکھا ہے یقیناً نیک نیتی سے لکھا ہے لیکن وہ جذبات کی رَو میں بہہ گئے ہیں، اور انتہا پسندی کا انھوں نے اتنا زبردست مظاہرہ کیا ہے کہ ان کے قابلِ قدر مضمون کی افادیت بعض مقامات پہ مجروح ہو گئی ہے۔ اس کے متعدد پہلوؤں سے اختلاف کے باوجود اسے ہم اس لیے شائع کر رہے ہیں کہ دوسرے اصحاب علم و قلم کو دعوت دیں کہ وہ بھی اپنے افکارِ عالیہ کا اظہار کریں پھر اپنے محاکمہ کے ساتھ مجموعۂ مقالات کی اشاعت پر ہم غور کریں گے۔

(رئیس احمد جعفری)

اللہ تعالےٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ خالی ہاتھ آتا ہے اور خالی ہاتھ چلا جاتا ہے۔ زندگی گزارنے کے لیے آدمی کھانے، کپڑے اور رہائش وغیرہ کا محتاج ہے۔ حاجاتِ بشری کو پورا

کرنے کے لیے اللہ تعالےٰ نے ہر قسم کا مواد انسان کی پیدائش سے پہلے ہی تخلیق کر رکھا ہے مختلف نعمتوں اور گوناگوں سامان کی زیادہ سے زیادہ بہم رسانی کے لیے اللہ تعالےٰ کا عمل تخلیق لگاتار جاری ہے۔ تاہم قدرتی سامان سے اپنی منشار کے مطابق اشیار تیار کرنے کے لیے انسان کو کچھ محنت ضرور کرنی پڑتی ہے۔

چونکہ ہر آدمی اپنی حاجات کو پورا کرنے کے لیے مختلف قسم کی اشیار خرچ کرتا ہے اس لیے ہر آدمی کے واسطے لازم ہے کہ وہ اشیائے ضرورت کی تیاری میں کم ازکم اتنی محنت ضرور کرے جتنی محنت کی اشیار وہ صرف کرتا ہے۔ مگر امر واقعہ یوں ہے کہ کچھ لوگ ضروریات زندگی کی تیاری میں کماحقہٗ حصہ نہیں لیتے لیکن ان کے خرچ کرنے اور جمع کرنے میں اپنی حد سے بہت زیادہ بڑھ جاتے ہیں یا بڑھنے کی جدوجہد کرتے ہیں۔ بس یہی فساد کی جڑ ہے۔ دنیا میں جس قدر لڑائی جھگڑے ہیں یہی جذبۂ زیادہ ستانی ان کا محرک اور محور ہے۔

اپنے حق المحنت سے زیادہ دولت حاصل کرنے کے طریقے دو قسم کے ہیں۔ اول وہ جن کو سماج نے ناجائز قرار دیا ہوا ہے جیسے چوری، ڈاکہ، دھوکہ، فریب، رشوت وغیرہ اور دوسرے وہ جن کو سوسائٹی نے جائز قرار دے رکھا ہے۔ جیسے بڑھوتری یعنی بٹائی، کرایہ، منافع اور سود وغیرہ۔

چوری، ڈاکہ، دھوکہ، رشوت وغیرہ تو مسلمہ طور پر ممنوع ہیں، ان کو اخلاقی جرائم شمار کیا جاتا ہے۔ ان کے لیے تعزیرات بھی مقرر ہیں اور ان کے تدارک کے لیے حکومتوں نے انتظامات بھی کر رکھے ہیں لہذا ان پر مزید غور و فکر کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ اپنے حق المحنت سے زیادہ ستانی کے دوسرے طریق یعنی بڑھوتری، بٹائی، کرایہ، منافع اور سود وغیرہ جن کو جائز تصور کیا جاتا ہے ان پر سوچ بچار کرنے کی ضرورت ہے۔ ان کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے ہم ان پر مختلف پہلوؤں سے نگاہ ڈالتے ہیں۔

اوّل غور طلب امر یہ ہے کہ آیا منافع، کرایہ، بٹائی اور سود دوسروں کی محنت کی

کمائی ہوتی ہے یا نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کے پاس اپنی ذاتی ضرورت سے زائد زمین ہوتی ہے تو وہ دوسرے آدمی کو مزارعت پر دے کر بٹائی لیتا ہے۔ ایک آدمی کے پاس اپنی ضرورت سے زائد مکان ہوتے ہیں تو وہ دوسروں کو برائے رہائش دے کر کرایہ لیتا ہے۔ کسی کے پاس مشینیں ہوتی ہیں تو وہ دوسروں سے ان پر کام لے کر منافع حاصل کر لیتا ہے۔ جس کسی کے پاس مختلف قسم کا مال ہوتا ہے تو وہ حاجت مندوں کو دے کر منافع وصول کر لیتا ہے۔ اور جس کے پاس وافر روپیہ ہوتا ہے وہ اس پر سود لے لیتا ہے۔ غرضیکہ اگر کسی کے پاس اپنی ذاتی ضرورت سے زائد سرمایہ ہوتا ہے تو وہ دوسروں کو برائے استعمال دے کر اس پر کسی نہ کسی صورت میں بڑھوتری لے لیتا ہے۔ یہ بڑھوتری اگر کوئی اخراجات آئے ہوں تو ان کو نکال کر اصل مال کے اوپر ہوتی ہے اور مالک سرمایہ یہ بڑھوتری لیتا ہی چلا جاتا ہے۔ خواہ وہ اصل مال کی قیمت سے کئی گنا کیوں نہ بڑھ جائے اور اصل مال بھی اس کا ہی ہوتا ہے۔ اگر اصل مال اس کا نہ ہوتا بلکہ دوسروں کا ہوتا تو وہ ہرگز ان سے بڑھوتری نہ لے سکتا۔ کیا یہ اس بات کا کھلا ثبوت نہیں کہ یہ بڑھوتری یعنی منافع کرایہ، بٹائی اور سود وغیرہ دوسروں کی کمائی ہوتی ہے جو محض سرمایہ کے ذریعے حاصل کر لی جاتی ہے؟

بعض لوگ اصل موضوع سے ہٹ کر کہہ دیتے ہیں کہ سرمایہ مالکان کا ہوتا ہے اس لیے وہ بڑھوتری لیتے ہیں۔ یہ بات درست ہے کہ وہ مالک سرمایہ ہونے کی وجہ سے ہی بڑھوتری لیتے ہیں لیکن سوال یہ نہیں کہ وہ کیوں بڑھوتری لیتے ہیں اور نہ یہ سوال ہے کہ سرمایہ کس کا ہے۔ بلکہ سوال صرف یہ ہے کہ وہ بڑھوتری جو بٹائی، کرایہ، منافع اور سود وغیرہ کے نام پر لی جاتی ہے وہ مالکان سرمایہ کی محنت کا نتیجہ نہیں بلکہ دوسروں کی محنت کی کمائی ہوتی ہے یہ وہ حقیقت ہے جس سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔

مقولہ ہے کہ لالچ بری بلا ہے لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ سرمایہ جمع کرنے کا لالچ انتہا کو پہنچا ہوا ہے کم ہی ایسے آدمی ہوں گے جن میں یہ لالچ نہ ہو۔ کئی لوگ تو صرف ان طریقوں سے دولت

جمع کرنے کی فکر میں ہیں جن کو سوسائٹی نے جائز قرار دے رکھا ہے لیکن بے شمار لوگ بلاتمیز جائز و ناجائز دولت جمع کرنے کے لیے سرگرداں رہتے ہیں۔ کیا یہ لالچ اس لیے نہیں کہ سرمایہ جمع کر کے کوٹھیاں بنائی جائیں۔ زمین حاصل کر لی جائے مکان اور زمینیں خرید لی جائیں اور ان کے ذریعے سے دوسروں کی کمائی میں سے بٹائی حصہ، کرایہ منافع کے نام پر اپنے اصل مال پر بڑھوتری لی جائے۔ یا روپیہ جمع کر کے کمپنیوں کے حصص خرید لیے جائیں۔ بنک کھول دیے جائیں اور بینکوں میں ڈیپازٹ رکھ کر سود حاصل کیا جائے۔ کیا ذاتی ضرورت سے زائد دولت اور زائد پیداوار جمع کرنے کا مقصد بڑھوتری نہیں؟ کیا سرمایہ جمع کرنے کی یہی وجہ نہیں؟ کیا لالچ، طمع اور حرص کا باعث یہی بڑھوتری نہیں جس نے دنیا کو جہنم بنا رکھا ہے؟ اگر نہیں تو فرمایئے اس انتہائی لالچ کی کیا وجہ ہے؟

بٹائی، کرایہ، منافع اور سود خوری کے رواج کے ماتحت چونکہ ہر ایک آدمی زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرنے اور بڑھوتری لینے کی کوشش کرتا ہے لہٰذا ان کے مفاد آپس میں ٹکراتے ہیں۔ متضاد مفاد ہونے کی وجہ سے ان میں اتحاد محبت، شفقت، الفت، ہمدردی منقطع ہو جاتی ہے اور برعکس اس کے اختلاف کینہ بغض و حسد دشمنی اور عداوت پیدا ہو جاتی ہے۔ آپ عدالتوں کے ریکارڈ ملاحظہ فرمائیں گے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ تمام فوجداری اور دیوانی مقدمات کی بنیاد حصول دولت اور بڑھوتری کے معاملات ہی ہیں۔ بلکہ اگر مزید غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ جتنی تنازعات کی تہہ میں بھی اکثر سرمایہ اور بڑھوتری کا سوال ہی کارفرما ہے۔

چوروں، ڈاکوؤں اور رہزنوں میں جن کے مفاد مشترک اور متحد ہوتے ہیں۔ محبت ہمدردی، الفت اور اتفاق پیدا ہو سکتا ہے لیکن ایسے خدا پرستوں، نمازیوں اور حاجیوں میں کبھی اتفاق و اتحاد، ہمدردی اور الفت پیدا نہیں ہو سکتی جن کے مفاد متضاد ہوں۔ بڑھوتری کے دستور میں چونکہ مفاد کا متضاد ہونا لازمی ہے لہٰذا علمائے کرام خواہ ہزار وعظ و نصیحت کریں وہ لوگوں

کے دلوں سے نہ نفرت، کینہ، بغض و حسد اور حرص و لالچ کی آگ بجھا سکتے ہیں اور نہ ہمدردی الفت، شفقت اور اتحاد و اتفاق پیدا کر سکتے ہیں۔

لگے ہاتھ طبقاتی کش مکش کا بھی جائزہ لے لیجیے۔ مالک اور مزارع کا جھگڑا، کارخانہ دار اور مزدور کا تصادم۔ کرایہ دار اور مالک کا تنازعہ، بائع اور مشتری کی لڑائی۔ ان تنازعات کا کیا باعث ہے؟ کیا ان تمام جھگڑوں کی یہی وجہ نہیں کہ زمیندار زیادہ بٹائی طلب کرتا ہے، اور مزارع دینا نہیں چاہتا، کارخانہ دار کارکنوں کو کم اجرت دینے کی کوشش کرتا ہے تاکہ اس کو زیادہ نفع ہو اور کارکن زیادہ مزدوری مانگتے ہیں تاکہ وہ اپنا کچھ بنا سکیں۔ مالک جائداد زیادہ کرائے کا مطالبہ کرتا ہے کرایہ دار کم دینا چاہتا ہے۔ تاجر اپنی اشیاء گراں سے گراں قیمت پر فروخت کرنے کا خواہش مند ہے اور گاہک ارزاں سے ارزاں خریدنے کا متمنی ہے۔ گویا ایک فریق کا فائدہ ہو تو دوسرے کا نقصان ہوتا ہے اور دوسرے فریق کا فائدہ ہو تو فریق اول کا نقصان لازمی ہے۔ کیا ان طبقات اور فریقین کے مابین بھی وہی بڑھوتری کا سوال ہی باعث فساد نہیں؟

ایک طرف انتہائی غربت اور دوسری طرف انتہائی دولت مندی ہر ہمدرد بنی نوع انسان کو ناگوار گزرتی ہے۔ حکومت بھی اکثر اس کی شکایت کرتی رہتی ہے۔ اس کے بے شمار قبیح نتائج بھی اظہر من الشمس ہیں۔ دولت کے اس انتہائی عدم توازن کا ذمہ دار کون ہے؟ کیا معمولی تدبر سے یہ بات واضح نہیں ہو جاتی کہ یہ سب بٹائی کرائے منافع اور سود کی ہی کارفرمائی ہے۔ جو لوگ تمام عمر بٹائی، کرائے منافع اور سود دینے میں مبتلا رہتے ہیں وہ باوجود محنت مشقت کرنے کے غریب ہی رہتے ہیں اور جن کو بٹائی کرائے منافع اور سود یعنی دوسروں کی کمائی میں سے بڑھوتری لینے کا موقع مل جاتا ہے وہ امیر کبیر بن جاتے ہیں۔

بڑھوتری سے پیدا شدہ دولت کے عدم توازن پر غور کیجیے اور اس کے اثرات ملاحظہ فرمایئے۔ کیا اکثر اخلاقی جرائم اسی کا نتیجہ نہیں؟ کیا اکثر دولت مندوں کے تکبر، غرور، دھونس، دھاندلی، ظلم، تشدد، عیاشی، اور اسراف کا باعث افراط دولت نہیں؟ اور کیا

غریبوں کی منت، خوشامد، چاپلوسی، جھوٹ، چوری، مکر و فریب کی وجہ سودی دستور العمل سے پیدا شدہ غربت و افلاس نہیں؟

جب ایک آدمی کے ہاتھ میں بلا محنت مشقت منافع وغیرہ کے ذریعہ سے دوسروں کی کمائی آجاتی ہے تو اس کو دیکھ کر دوسرے بھی دولت حاصل کرنے کی خواہش کرتے ہیں۔ جن کے پاس سرمایہ کا ہتھیار نہیں ہوتا وہ چوری، ڈاکہ اور مکر و فریب کے ہتھیاروں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور جن لوگوں کو سرکاری اقتدار میں سے حصہ مل جاتا ہے وہ سرمایہ اکٹھا کرنے کے لیے رشوت کا بازار گرم کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے اور قومی مال کو لوٹنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے جن لوگوں کو خالص چیز میں ناقص چیز ملا کر یعنی ملاوٹ سے زیادہ نفع حاصل ہو سکتا ہے وہ اس حربہ کے ذریعہ دوسروں کی کمائی ہوئی دولت ہتھیا لینے سے گریز نہیں کرتے کیا معمولی تدبر سے صاف معلوم نہیں ہوتا کہ ان سب اخلاقی جرائم کا محرک منافع، کرایہ، بٹائی اور سود خوری ہے جو دولت میں عدم توازن پیدا کر دیتا ہے؟ اگر مزید غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اخلاقی معاشی جرائم کی پیداوار کا باعث ہی بٹائی کرایہ منافع اور سود خوری ہے کیونکہ اس طریق کار کا مقصد بھی دوسروں کی کمائی ہوئی دولت حاصل کرنا ہے اور چوری، ڈاکہ، دھوکا، فریب اور رشوت وغیرہ سے بھی دوسروں کی کمائی ہوئی دولت لینا مقصود ہے۔ بلکہ اگر انصاف کی رو سے دیکھا جائے تو جہاں تک دوسروں کی کمائی ہوئی دولت حاصل کرنے کا تعلق ہے بٹائی کرایہ منافع اور سود صفِ اول میں ہیں اور دیگر غیر اخلاقی طریقے صفِ دوئم میں۔ کیونکہ سرسری نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسروں کی کمائی ہوئی وہ دولت جو بذریعہ بٹائی کرایہ منافع اور سود ہتھیائی جاتی ہے وہ اس دولت سے کہیں زیادہ ہے جو بذریعہ چوری، ڈاکہ وغیرہ حاصل کی جاتی ہے۔ اور اگر اعداد و شمار حاصل کیے جائیں تو معلوم ہوگا کہ چوری ڈاکہ وغیرہ سے حاصل کی ہوئی سال بھر کی دولت غالباً بٹائی کرایہ منافع اور سود سے ہتھیائی ہوئی ایک دن کی دولت کا عشر عشیر بھی نہیں۔

کیا غریبوں کو دولت جمع کرنے کا انتہائی لالچ اسی لیے نہیں کہ کسی طرح بٹائی، منافع، کرائے اور سود ادا کرنے سے جان بچ جائے؟ کیا امیروں کو دولت جمع کرنے کا انتہائی لالچ اسی لیے نہیں کہ دوسروں کی کمائی سے بٹائی، کرایہ، منافع اور سود زیادہ سے زیادہ حاصل کیا جائے؟ کیا آپس میں مفاد کی ٹکر جو اتحاد، اخوت اور ہمدردی کی جڑ پر کلہاڑا چلاتی ہے دستور اضافہ پسندی کی وجہ سے نہیں؟ کیا بٹائی، منافع، کرائے اور سود دوسروں کی محنت کی کمائی نہیں جو محض سرمایہ کے اوزار سے حاصل کی جاتی ہے؟ کیا طبقاتی کش مکش کا باعث یہی بٹائی، کرائے، منافع اور سود نہیں؟ کیا لڑائی جھگڑے اور فساد بلکہ قتل و غارت کی وجہ یہی زر و زمین اور بڑھوتری کا جذبہ نہیں؟ کیا بغض و حسد دشمنی اور عداوت کے جذبات کی نشو و نما کا انحصار انہی بڑھوتریوں پر نہیں؟ کیا چوری ڈاکہ مکر و فریب رشوت ستانی وغیرہ جیسے قبیح جرائم کی بنیاد اسی بڑھوتری سے پیدا شدہ دولت کے عدم توازن پر نہیں؟ یقیناً آپ متفق ہوں گے کہ اکثر اخلاقی جرائم برائیوں اور فسادات کی جڑ بٹائی منافع، کرائے اور سود خوری ہی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا بٹائی، کرایہ، منافع اور سود جن پر تمام مذکورہ بالا برائیاں مبنی ہیں جنھوں نے دنیا کو جہنم بنا رکھا ہے اسلامی تعلیم ہے اور اسلام میں جائز ہیں۔ اگر اسلام نے ان کو جائز قرار دیا ہے تو کیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسلام نے برائی کی جڑ کاٹنے کی بجائے اس کو بطور شاہراہ کھول دیا ہے؟ اگر اسلام نے زر اور زمین کے ہتھیاروں سے دوسروں کی محنت کی کمائی ہتھیانے کو کھلے طور پر جائز قرار دیا ہے تو ناداروں، حاجت مندوں، کمزوروں اور ناتوانوں سے اس کی ہمدردی کے معنے کیا ہوئے؟ کیا ایک طرف سرمایہ کے ہتھیار سے دوسروں کی محنت کی کمائی حاصل کرنے کی اجازت دینا اور دوسری طرف کمزوروں اور حاجت مندوں سے ہمدردی کا درس دینا بالکل متضاد باتیں نہیں؟ کیا حاجت مندوں اور ناتوانوں سے ہمدردی کرنے والی ہستی کمزوروں اور حاجت مندوں کی محنت سے بٹائی، کرائے، منافع اور سود لینے کو جائز قرار دے سکتی ہے؟ اور کیا حاجت مندوں کی کمائی سے بٹائی، کرائے منافع اور سود کھانے کی

اجازت دینے والی شریعت ان سے ہمدردی کا سبق دے سکتی ہے ؟ کیا ایسی متضاد باتیں آسمانی تعلیم کی طرف منسوب کی جا سکتی ہیں ؟ اور اگر کسی تعلیم میں ایسی متضاد باتیں پائی جائیں تو اس تعلیم کا آسمانی ہونے کا دعوےٰ قابل تسلیم ہو سکتا ہے ؟

کہا جاتا ہے کہ بٹائی، کرایہ، منافع تو اسلام میں جائز ہیں لیکن سود حرام ہے۔ یہ ایک اور تضاد ہے۔ کیونکہ تجزیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ منافع، کرایہ، بٹائی دراصل سود ہوتا ہے۔ روپیہ جس پر بڑھوتری (سود) لی جاتی ہے وہ تو کوئی استعمالی شئے ہی نہیں اس پر بڑھوتری کیونکر پیدا ہو سکتی ہے۔ آپ روپیہ لے کر اس کو اوپر نیچے کیجیے اندر لے جائیے باہر نکالیے اوپر اچھالیے رگڑتے رہیے۔ اس میں ایک پیسہ بھی نہیں بڑھ سکے گا۔ وہ اتنا ہی رہے گا جتنا کہ ہے۔ روپیہ تو گورنمنٹ کا جاری کردہ سکہ ہے جو محض تبادلہ اشیاء کا کام دیتا ہے۔ مثلاً آپ کے پاس کپڑا ہے آپ جوتا لینا چاہتے ہیں لیکن جوتے فروش کو کپڑے کی ضرورت نہیں اس کو چارپائی درکار ہے۔ تبادلہ اشیا کی اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے لیے سکہ (روپیہ) ایجاد ہوا ہے۔ آپ کپڑا بیچ کر روپیہ خرید لیں۔ روپیہ بیچ کر جوتا خرید لیں علیٰ ہذا القیاس۔ روپیہ تبادلہ اشیاء کا کام دے کر آپ سے الگ ہو جاتا ہے۔ روپیہ میں تو بڑھوتری پیدا کرنے کی صلاحیت ہی نہیں۔ روپیہ پر تو سود پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ آپ کس طرح یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ سود روپیہ پر پیدا ہوتا ہے۔ سود پیدا کرنے کے لیے آپ کو کوئی استعمالی شئے حاصل کرنا ہوگی۔ کوئی قطعہ زمین لینا ہو گا جس میں ہل چلا کر آپ کچھ پیدا کر سکیں۔ کوئی مشین کوئی اوزار کوئی خام مال حاصل کرنا ہو گا جس پر محنت کر کے آپ کوئی چیز تیار کر سکیں۔ کوئی مکان لینا ہو گا جس میں بیٹھ کر آپ محنت شقت کر کے مختلف قسم کی اشیاء بنا سکیں۔ کیا اس سے صاف واضح نہیں ہوتا کہ سود پیدا کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ زمین، مکان، مشین اور دیگر استعمالی اشیاء ہیں نہ کہ روپیہ؟

کیا یہ روزِ روشن کی طرح عیاں نہیں کہ وہ بڑھوتری جو سود کے نام سے موسوم ہوتی ہے استعمالی اشیاء ہی سے پیدا ہو سکتی ہے ؟ آپ کسی کو استعمالی اشیاء دے کر اس کی محنت کی کمائی میں سے بڑھوتری (بٹائی، کرایہ، منافع) لے لیں یا آپ کسی کو روپیہ دیں اور وہ اس سے استعمالی اشیاء

حاصل کر کے محنت کرے اور آپ اس سے سود لے لیں۔ یہ بالکل ایک ہی بات ہے کیونکہ بڑھوتری تو بہرحال زمین، مکان، مشین اور دیگر استعمالی اشیاء پر ہی پیدا ہو سکتی ہے۔ دونوں میں فرق صرف یہ ہے کہ بٹائی، کرایہ، منافع، زمین، مکان، مشین وغیرہ پر براہ راست بڑھوتری ہے اور روپیہ پر سود بالواسطہ بڑھوتری ہے۔ اگر بالواسطہ بڑھوتری یعنی سود حرام ہے تو براہ بڑھوتری یعنے بٹائی، کرایہ، منافع کیونکر جائز ہو سکتی ہے؟ جو لوگ بٹائی، کرایہ، منافع کو جائز اور سود کو حرام کہتے ہیں کیا ان کی مثال یہ نہیں جیسے کوئی کہے کہ شراب پیمانے میں ڈال کر پینا حرام اور صراحی سے براہِ راست پینا جائز ہے؟

واضح حقیقت کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ منافع، کرائے، بٹائی جائز اور سود حرام ہے۔ اگر فی الواقع یہ اسلام کی تعلیم ہے کہ بٹائی، کرائے، منافع جائز ہیں اور سود حرام ہے تو کیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ:

۱۔ اسلام حقیقت سے ناآشنا ہے۔ اس کو یہ بھی پتہ نہیں کہ روپیہ کوئی استعمالی شئے نہیں بلکہ محض تبادلہ اشیاء کا ذریعہ ہے اور بٹائی، منافع، کرائے ہی اصل سود ہیں؟

۲۔ اسلام کی تعلیم متضاد ہے کہ ایک طرف بڑھوتری کو جائز قرار دیتا ہے اور دوسری طرف ناجائز۔

۳۔ یہ محض دھوکا ہے اور

۴۔ اسلام کی مقدس تعلیم ان الزامات سے مبرا ہے اور ہم غلط فہمی کا شکار ہو رہے ہیں۔

کیا ہادیانِ دین اور مفتیانِ شرع متین اس امر پر روشنی ڈال سکتے ہیں کہ آیا اسلام متضاد نظریاتِ زندگی پیش کرتا ہے۔ یا اس کی تعلیم تضاد سے پاک ہے۔ اگر اسلام کی تعلیم واقعی متضاد ہے یعنی ایک طرف وہ ہمدردی بنی نوع انسان کا دعوے دار ہے اور دوسری طرف بٹائی کرائے، منافع اور سود خوری کو جائز قرار دے کر تمام فسادات اور برائیوں کی بنیاد قائم کر دیتا ہے تو پھر اس کی تعلیم کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے اور اس کو تسلیم کرنے کی کیا ضرورت ہے اور اگر

اسلام کی تعلیم متضاد نہیں تو کیا لازماً یہ نہ ماننا پڑے گا کہ مذکورہ بالا دو متضاد باتوں میں سے ایک اسلامی ہے اور دوسری غیر اسلامی ہے جو کسی وجہ سے اسلام کی طرف منسوب ہو گئی ہے؟

کیا یہ نہایت افسوس ناک بات نہیں کہ ایسی تعلیم جو فی الحقیقت دنیا میں شر اور فساد کا باعث ہے اسلام کی طرف منسوب کی جائے اور کیا یہ ستم نہیں کہ بڑھوتری کے لیے حضرت محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ جیسی مقدس ہستیوں کو درمیان میں لایا جائے اور نعوذ باللہ کہا جائے کہ وہ بڑھوتری کے حامی تھے؟ اور پھر طرفہ تماشا یہ کہ منبروں اور اسٹیجوں پر وعظ اور لیکچر کیے جاتے ہیں کہ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ اس قدر صابر اور شاکر تھے کہ اگر وہ فاقہ سے ہوتے تو پیٹ پر پتھر باندھ کر گزر اوقات کرتے۔ ان کے لباس میں کئی کئی پیوند لگے ہوتے۔ وہ غریب کے گھر آٹے کی بوری خود اپنے کندھوں پر اٹھا کر پہنچاتے۔ سفر میں ایک منزل تک خود سواری کرتے تو ایک منزل تک اپنے غلام کو سوار کر کے خود اونٹ کی مہار پکڑتے۔ اگر گھر میں حلوہ پک گیا تو بیت المال سے وظیفہ کم کرنے کا فرمان جاری کر دیتے۔ اگر مہمان آجاتا اور کھانا کم ہوتا تو دیا گل کر کے خود یونہی منہ ہلاتے رہتے تاکہ مہمان سیر ہو کر کھا لے۔ ایک جاں بلب زخمی کو پیاس لگتی وہ پانی مانگتا۔ پانی مہیا کیا جاتا کہ اتنے میں دوسرا آدمی پانی طلب کرتا تو وہ پیاسا خود نہ پیتا بلکہ دوسرے بھائی کی طرف اشارہ کرتا کہ اس کو پہلے پلاؤ۔ اتنے میں تیسرا زخمی پانی کے لیے پکارتا تو دوسرا بھی نہ پیتا اور اس تیسرے کی طرف اشارہ کر دیتا حتیٰ کہ وہ دوسروں کو پانی پلانے کے جذبے میں جاں بحق ہو جاتے۔ ان بزرگوں کے ایسے ایسے بے شمار اخلاقی کارناموں سے اسلامی لٹریچر بھرا پڑا ہے۔ کیا ان مقدس ہستیوں پر ایک طرف بڑھوتری پسندی کا الزام لگانا اور دوسری طرف ان کے بلند اخلاقی کارناموں کا درس دینا متضاد نہیں؟ کیا بڑھوتری کرنے والے ان اخلاق فاضلہ کے مالک ہو سکتے ہیں؟ اور کیا اس قدر بلند اخلاق کے مالک بڑھوتری کو جائز تصور کر سکتے ہیں؟ اگر ایسا ہو سکتا ہے تو آج کیوں نہیں ہوتا؟ آج کیوں اسلامی تعلیم میں وہ اثر نہیں جو قرونِ اولے میں تھا؟ آج اسلامی تعلیم کا وہ اثر کہاں گیا جس نے انقلاب عظیم برپا کیا تھا؟

پاکستان اسلامی نظریات پر بنایا گیا تھا۔ اسلامیات کے درس و تدریس پر اسلامی اداروں پر اور وعظ و تبلیغ پر روپیہ پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے لیکن کیا اسلامی اخوت قائم ہو گئی ہے؟ کیا اسلامی کردار و افعال اور بنی نوع انسان کی ہمدردی کا جذبہ بیدار ہوتا ہوا نظر آتا ہے؟ کیا چوری ڈاکہ، دھوکا فریب رشوت ستانی میں کمی واقع ہوئی ہے؟ کیا بغض و حسد اور دشمنی و عداوت کے جذبات سے سینے صاف ہو گئے ہیں؟ کیا اسلامی جمہوریہ پاکستان دیگر لادینی سلطنتوں سے مختلف راستے پر گامزن نظر آتی ہے؟ کیا علمائے کرام اور رہنمایان عظام کے وعظ اور لیکچر کا اثر مسجد کی چاردیواری اور جلسہ گاہ کے باہر بھی دکھائی دیتا ہے؟ اگر نہیں تو آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ کیا اس کی وجہ بٹائی، منافع، کرایہ خوری کا رواج نہیں؟ کیا بڑھوتری کے لالچ کی وجہ ہی سے آدمی حقوق العباد کو پس پشت نہیں ڈال دیتا؟ اور کیا بڑھوتری کا جذبہ ہی انسان کو اعمال صالح کی بجا آوری سے نہیں روک دیتا؟ کیا بڑھوتری کا جذبہ ہی اسلامی اخوت کی جڑ نہیں کاٹتا؟ اور کیا بڑھوتری کا جذبہ ہی سینوں میں حرص و لالچ اور بغض و حسد کی آگ نہیں جلا رہا؟ اور کیا یہ سودی دستور العمل ہی اسلامی تعلیم پر عمل کرنے میں رکاوٹ کا باعث نہیں؟ اس سوال پر غور فرمایئے اور پھر خود ہی فیصلہ کیجیے کہ آیا بڑھوتری یعنی بٹائی، کرایہ، منافع خوری اسلام کی تعلیم ہے یا محض اسلام کی طرف منسوب ہے اور آیا اسلام کی تعلیم متضاد ہو سکتی ہے یا نہیں؟

کامل ایمان اور محکم یقین کے ساتھ ہمارا دعویٰ ہے کہ اسلام کی تعلیم میں نہ تضاد ہے نہ بڑھوتری۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔ یعنی اگر قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام نہ ہوتا تو اس میں بہت اختلاف ہوتا۔ اسلام کی تعلیم میں ہمدردی بنی نوع انسان کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اس نے صدقات و زکوٰۃ کی ادائیگی پر بے حد زور دیا ہے۔ صدقات و زکوٰۃ کا مطلب ہے ناداروں اور حاجت مندوں کو اپنی کمائی میں سے دینا اور بڑھوتری یعنی بٹائی، کرائے، منافع اور سود کا مطلب ہے ناداروں

اور حاجت مندوں کی کمائی میں سے لینا۔ کیا یہ دونوں باتیں بالبداہت متضاد نہیں ؟ اگر صدقات و زکوٰۃ کی ادائیگی قرآن حکیم کا حکم ہے اور یقیناً ہے تو وہ بڑھوتری پسندی کی کیونکر اجازت دے سکتا ہے ؟ کیا ایسی اجازت سے صدقات و زکوٰۃ کے احکام پر پانی نہیں پھر جاتا اور وہ نبے معنی بے مقصد اور کالعدم نہیں ہو جاتے ؟ ہمارا دعوٰے ہے کہ آپ بسم اللہ سے لے کر والناس تک قرآن پڑھ جائیں آپ کو بڑھوتری یعنی بٹائی، کرایہ، منافع وغیرہ کے جواز میں کوئی آیت نہیں مل سکے گی۔ اسلام تو سرے سے ایسے حالات ہی کو مٹا دینا چاہتا ہے جن میں بٹائی، کرایہ، منافع اور سود خوری کی گنجائش ہو۔ بڑھوتری پسندی صرف اسی معاشرے میں رائج ہو سکتی ہے جس میں ایک طرف ذاتی ضرورت سے زیادہ ذرائع پیداوار ہوں اور دوسری طرف ناداری اور حاجت مندی ہو۔ اسلام ایسے معاشرے کو پنپنے کی اجازت ہی نہیں دیتا۔ ایسے حالات کو بدلنے کے لیے اسلام اعلان کرتا ہے کہ فی اموالھم حق للسائل والمحروم (الذاریات ۱۹) یعنی جن لوگوں کے پاس اپنی ذاتی ضرورت سے زیادہ ذرائع پیداوار ہیں۔ ان کے مالوں میں ناداروں اور حاجت مندوں کا حق ہے۔ آگے فرمایا یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو (البقرہ ۲۱۹) (ترجمہ) اے رسولؐ ! تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں ان سے کہہ دو جو کچھ تمہاری ذاتی ضرورت سے زیادہ ہے دے دو۔

سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ ذاتی ضرورت سے زیادہ کیا ہے ؟ لازماً وہ ذرائع پیداوار یعنی زمین، مکان، مشین وغیرہ ذاتی ضرورت سے زیادہ ہوتے ہیں جو دوسروں کو بٹائی، کرایہ، منافع وغیرہ پر دیے جاتے ہیں۔ کیا ایسے ذرائع پیداوار کا دوسروں کو دیا جانا ہی اس بات کا پختہ ثبوت نہیں کہ وہ ذاتی ضرورت سے زیادہ ہیں اور وہ صرف بڑھوتری خوری کے لیے جمع کیے جاتے ہیں ؟ اسلام تو سرے سے ہی بڑھوتری کی جڑ کاٹتا ہے۔ اگر آپ کتب احادیث پر نگاہ ڈالیں تو آپ کو اس مضمون کی کئی احادیث بھی ضرور مل جائیں گی۔

لوگ اکثر تجارت کے ذریعے منافع خوری کی کوشش کرتے ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی تجارت سے ہی بیزار ہیں جس میں منافع خوری ہو آنحضرتؐ بذریعہ وحی حقہ اس تجارت کے مقابلہ میں ایک اور نرالی تجارت پیش کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

یا یہا الذین اٰمنوا ھل ادلکم علیٰ تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم ہ تؤمنون باللہ و رسولہ وتجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون (الصف ع ۲)

(ترجمہ) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو میں تمھیں ایسی تجارت بتاتا ہوں جو تمھیں دردناک عذاب سے نجات دے۔ تم اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ اور اللہ کے رستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔ یہ تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

پھر ارشاد ہوتا ہے: ان الذین یتلون کتاب اللہ واقاموا الصلوٰۃ وانفقوا مما رزقنھم سرًا وعلانیۃ یرجون تجارۃ لن تبور (فاطر ع ۴) (ترجمہ) جو لوگ کتاب اللہ کو پڑھتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور اس سے جو ہم نے انھیں دیا چھپ کر اور ظاہر خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو تباہ نہیں ہوگی۔ تاکہ وہ انھیں ان کے اجر پورے دے اور اپنے فضل سے انھیں بڑھ کر دے وہ بخشنے والا قدردان ہے۔

مقام غور ہے۔ کیا یہ بڑھوتری کی تعلیم ہے یا بڑھوتری کے شجر خبیثہ کی جڑوں پر کلہاڑا ہے؟ پھر سوال ہے کہ کیا یہ تعلیم عمل کرنے کے لیے ہے اور اس پر کبھی عمل ہوا بھی ہے یا یہ محض قرآن و حدیث کے اوراق کی زینت کے لیے نازل ہوئی تھی۔ ہمارا ایمان اور یقین ہے کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ اسی تعلیم پر کاربند تھے۔ قرآن و حدیث اس بات کے گواہ ہیں۔ اس میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسی تعلیم کو پھیلانے کے لیے ان کو جنگوں کا سامنا کرنا پڑا اور اسی تعلیم پر عمل کرنے کی وجہ سے وہ ہر پہلو اور ہر میدان میں فتح مند اور کامیاب ہوئے۔

اسلام حیلوں بہانوں اور ناروا طریقوں سے دوسروں کی کمائی کھانے کی بالکل اجازت نہیں دیتا۔ ارشاد ہے: یا یہا الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل (النساء ع ۵)

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناروا طریقوں سے نہ کھایا کرو۔

بڑھوتری پسندی سے اور زیادہ ناروا طریقے کیا ہو سکتے ہیں؟ آگے فرمایا: الا تکون تجارۃ عن تراض منکم یعنی دوسروں کا مال کھانے کا جائز طریق صرف تجارت عن تراض منکم ہے یعنی بائع اور مشتری کے درمیان مال کی قیمت ایسی ہو جس میں نہ کسی کو نفع ہو اور نہ نقصان۔ دونوں کی رضامندی صرف اسی صورت میں ہی ممکن ہے کیونکہ کوئی آدمی بھی منافع دینا پسند نہیں کر سکتا اور نہ نقصان اٹھانے پر رضامند ہو سکتا ہے۔ مروجہ طریق تجارت میں جب لوگوں کو اپنی مجبوری کے ماتحت چیز مہنگی خریدنی پڑتی ہے یعنی مجبوراً منافع دینا پڑتا ہے یا سستی فروخت کرنی پڑتی ہے یعنی نقصان اٹھانا پڑتا ہے تو کیا رنج سے ان کا کلیجہ نہیں پھٹ جاتا؟ لیکن کیا کریں مروجہ دستور سے مجبور ہوتے ہیں۔ مروجہ تجارت تو کسی صورت میں بھی عن تراض منکم کی مصداق نہیں ہو سکتی۔ عن تراض منکم کی مصداق صرف وہی تجارت ہو سکتی ہے جس میں قطعاً نہ کوئی منافع ہو اور نہ نقصان۔

آگے فرمایا: (ترجمہ) "تم خود اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو اللہ تعالیٰ تمہارے حال پر مہربان ہے۔ اور جو کوئی اپنی حد سے تجاوز کر کے ظلم کے ساتھ ایسا کرے گا اس کو ہم آگ میں جھونک دیں گے"۔ خرید و فروخت میں اپنی حد سے تجاوز یعنی زیادہ ستانی اور منافع خوری کرنے پر کس قدر سخت اور خوفناک تنبیہ ہے کہ یہ ہلاکت اور جہنم کا راستہ ہے۔ منافع خور (Profit seeking) معاشرے کا حال خود ملاحظہ فرمایئے۔ منافع خوری کی وجہ سے کس طرح اللہ تعالیٰ نے بغض و حسد، مقابلہ، عداوت، لڑائی فساد، افراتفری اور بے اطمینانی کی آگ میں جھونکا ہوا ہے کہ نہ امیر کو چین ہے، نہ غریب کو آرام۔

جیسا کہ اوپر بیان ہوا اسلام کلی طور پر خرید و فروخت میں بڑھوتری کا دروازہ بند کرتا ہے۔ صاف اور واضح الفاظ میں اس کا ارشاد ہے، احل اللہ البیع وحرم الربٰو (البقرہ ۲۸۷ ع ۳۸) (ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کو حلال کیا ہے اور بڑھوتری کو حرام کیا ہے۔ یعنی حلال بیع صرف وہ ہے جس میں ربٰو (بڑھوتری) نہ ہو۔ بیع میں ربٰو کی کئی صورتوں کا ذکر احادیث میں موجود ہے جس سے واضح ہے کہ

حلال بیع حرم الربوٰ کے ساتھ مشروط ہے۔

اسلام اس حقیقت سے بھی خوب واقف ہے کہ بڑھوتری صرف مال یعنی استعمالی اشیاء پر ہی پیدا ہو سکتی ہے۔ اور ہر قسم کے مال پر ہوتی ہے اسی لیے وہ نقدی کا لفظ نہیں بلکہ "اموال" کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ ارشاد ہے فلکم رؤس اموالکم (البقرہ ۳۸ ع) (ترجمہ) تمھارے لیے تمھارے اصل مال ہیں یعنی تم کسی کو دیا ہوا اپنا اصل مال یا اپنے مال کی مالیت کا مال ہی لینے کے حقدار ہو۔ اپنے اصل مال سے اوپر لینا ربوٰ یعنی بڑھوتری ہے جس کی اجازت نہیں۔ اسلام بڑھوتری پسندی کی شدید مذمت کرتا ہے اور اس کو اللہ تعالےٰ اور رسولؐ سے جنگ قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: یایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوٰ ان کنتم مومنین ٥ فان لم تفعلو فاذنو بحرب من اللہ ورسولہ وان تبتم فلکم رؤس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون (البقرہ ۳۸ ع) (ترجمہ) اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ کرو اور جو کچھ ربوٰ (بڑھوتری) سے باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو جب تم مومن ہو۔ پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اور اگر تم توبہ کر لو تو تمھارے لیے تمھارے اصل مال ہیں۔ نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

اسلام کی تعلیم صاف اور واضح طور پر بڑھوتری پسندی کے خلاف ہے۔ حدیث شریف میں بھی بڑھوتری پسندی کی شدید مذمت اور مخالفت موجود ہے۔ اس بارے میں قرآن کریم اور حدیث شریف کے احکام میں بالکل یکسانیت ہے۔ ہم مذکورۂ بالا مفہوم کی کئی احادیث پیش کر سکتے ہیں جو محض طوالت کے ڈر سے یہاں نقل نہیں کی جاتیں۔ بڑھوتری کے جواز میں آپ کو نہ قرآن کریم سے کوئی آیت مل سکتی ہے اور نہ حدیث شریف میں آپ کہیں ایسا لکھا ہوا پائیں گے کہ اے مسلمانو! بڑھوتری یعنی بٹائی، کرایہ، منافع وغیرہ خوب کھایا کرو۔ یہ حلال، پاک اور طیب کمائی ہے اور اس کا کھانا کار ثواب ہے۔

حق بات یہ ہے کہ اسلام نے حقوق العباد کی نگہداشت پر پورا پورا زور دیا ہے اور بڑھوتری

کی تعلیم جو کہ دراصل دنیا ئے میں بنائے فساد ہے ہرگز اسلام کی تعلیم نہیں بلکہ محض اسلام کی طرف منسوب ہے۔

اب صورت حال یہ ہے کہ وطن عزیز کے اقتصادی نظام میں بٹائی، کرایہ، منافع وغیرہ دستورالعمل کی حیثیت سے رائج ہیں۔ اس دستورالعمل کے ساتھ نقدی پر سودی لین دین بھی جاری ہے۔

اوّل۔ نقدی سرمائے کی ایک ایسی شکل ہے جس سے بٹائی، کرایہ، منافع کھانے کے تمام ذرائع حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

دوئم۔ بہت سے لوگوں کو بہ نسبت بٹائی، کرایہ، منافع کے سودی لین دین فائدہ مند رہتا ہے۔ اس لیے سودی لین دین اس اقتصادی نظام کا لازمی جُز ہے اس کو ہرگز علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ سودی لین دین کے ساتھ اس کے دوسرے لوازمات انشورنس، جوا، انعام، لاٹری، سٹہ، احتکار، اکتناز بلکہ شراب، ناچ رنگ راگ وغیرہ بھی جاری ہیں۔ ان کا بھی اس دستورالعمل میں ایک مقام ہے۔ اور ان کا بھی اس نظام سے ختم کیا جانا ناممکن دکھائی دیتا ہے۔

اب ہم اس سودی دستورالعمل میں اس طرح گڑے ہوئے ہیں اور ہمارے جسم و جان میں یہ اس طرح رچا ہوا ہے کہ ہم چوبیس گھنٹے اسی کے ماتحت سوچنے اور اسی کے مطابق عمل کرنے پر مجبور ہیں اس دستورالعمل کے مطابق ہر لین دین اور خرید و فروخت میں ہمارا ایک ہی مقصد ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ بڑھوتری اور منافع اپنی طرف آئے اور نقصان اور خسارہ دوسرے کی طرف جائے دن رات کی یہی ذہنی خواہش اور آرزو اور اس کے ساتھ آٹھوں پہر کی عملی مشق کے ہوتے ہوئے آپ کس طرح اسلامی تعلیم پر عمل درآمد کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں اور کس طرح توقع کرسکتے ہیں کہ اسلامی اخوت، ہمدردی، الفت، شفقت اور اسلامی اتحاد اور عدل و انصاف قائم ہو اور آپ کس طرح امید کرسکتے ہیں کہ بغض و حسد، کینہ و دشمنی، مکر و فریب، ظلم و تشدد اور لڑائی جھگڑا دور ہو جائے۔ جب تک سودی دستورالعمل رائج ہے اسلامی تعلیم کا اثر کالعدم رہے گا اور اس

پر عمل نہ کیا جاسکے گا۔ کیونکہ سودی دستور العمل اسلامی نظریات زندگی پر عمل کرنے میں سخت رکاوٹ کا باعث ہے۔ اسلامی تعلیم کے مطابق عمل کرنے کے لیے آپ کو سودی دستور العمل کی اینٹ سے اینٹ بجا دینی ہوگی اور اس کو کلی طور پر نیست و نابود کرنا ہوگا۔ اگر آپ کسی جگہ نئے نقشے کے مطابق نیا مکان تعمیر کرنا چاہتے ہیں تو پہلے اس جگہ سے پرانی عمارت گرا کر اس کا ملبہ صاف کرنا ضروری ہے۔ اگر آپ اسلامی تعلیم سے دماغ روشن کرنا چاہتے ہیں تو پہلے سودی دستور العمل کے تصورات کو عملاً دماغ سے باہر نکالنا ہوگا۔ اس کے سوا کامیابی کی کوئی صورت نہیں۔ اگر مذکورہ بالا بات صحیح نہیں تو فرمائیے مسلمان ایک خدا ایک رسولؐ اور ایک کتاب پر ایمان رکھنے اور دلی عقیدت کے ساتھ اس کو تسلیم کرنے کے باوجود اس کی تعلیم پر عمل پیرا کیوں نہیں ہو سکتے؟ وہ کونسی چیز ہے جو اسلامی نظریات کے مطابق زندگی بسر کرنے اور اسلامی تعلیم پر چلنے میں سدِ راہ ہے؟

اب سوال یہ ہے کہ مروجہ سودی دستور العمل کو کس طرح توڑ کر اسلامی نظام قائم کیا جاسکتا ہے مندرجہ بالا بحث سے ظاہر ہو گیا ہوگا کہ مروجہ سودی نظام کی اصل بٹائی، کرایہ، منافع ہیں اور ان کے لین دین کا سوال اس وقت پیدا ہوتا ہے جب ایک طرف ذاتی ضرورت سے زائد ذرائع پیداوار ہوتے ہیں اور دوسری طرف ناداری اور حاجت مندی ہوتی ہے۔ مالک ذرائع پیداوار یعنی سرمایہ دار نادار و حاجت مند کو ذرائع پیداوار یعنی زمین، مکان، مشین یا دیگر استعمالی اشیا مہیا کر کے نادار و حاجت مند سے اپنے سرمائے کے استعمال کا معاوضہ بٹائی، کرائے، منافع اور سود وغیرہ کی شکل میں لیتا ہے۔ لہٰذا ان کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ملت کے ہر فرد کو ذرائع پیداوار مہیا کیے جائیں۔ اس کے بغیر سودی دستور العمل نہیں ٹوٹ سکتا۔

ملت کے ہر فرد کو ذرائع پیداوار مہیا کرنے اور بٹائی سسٹم کو ختم کرنے کے لیے پہلی تجویز یہ ہے کہ ملکیت زمین کو خود کاشت کی حد تک محدود کیا جائے۔ مروجہ سودی نظام میں زمین کے متعلق قوانین یوں بھی بدلتے رہتے ہیں۔ ابھی حال ہی میں لامحدود حق ملکیت زمین کو ۵۰۰ ایکڑ تک محدود کر دیا گیا ہے۔ اگر لامحدود حق ملکیت کو ۵۰۰ ایکڑ یا اڑھائی سو ایکڑ جیسا کہ بعض سیاسی

جماعتوں نے کہا ہے تک محدود کیا جا سکتا ہے تو خود کاشت کی حد تک کیوں نہیں محدود کیا جا سکتا؟ اس میں کسی کی حق تلفی کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ کیا ملکیت زمین کو ۵۰۰ ایکڑ تک محدود کرنے سے کسی کی حق تلفی ہوئی ہے۔ یا خود کاشت کرنے والوں کی ایک حد تک حق رسی ہوئی ہے؟ اگر کسی کی حق تلفی نہیں ہوئی اور یقیناً نہیں ہوئی بلکہ ایک حد تک خود کاشت کرنے والوں کی حق رسی ہوئی ہے تو حقِ ملکیت کو خود کاشت کی حد تک محدود کرنے سے کسی کی حق تلفی کیسے ہو سکتی ہے؟ اور کیا کوئی وجہ ہے کہ خود کاشت کرنے والوں کو زمین مہیا کر کے ان کو دوسروں کی غلامی سے نجات دلانے کو حق رسی نہ سمجھا جائے؟ اس میں کسی کو معاوضہ دینے کا بھی سوال پیدا نہیں ہوتا کیونکہ معاوضہ دینے کا سوال تو تب پیدا ہو جب کسی کا کوئی نقصان ہوا ہو یا حق تلفی ہوئی ہو۔ از روئے قرآن کریم مسلمان کا مسلمان سے بٹائی کھانے کا تو حق ہی نہ تھا۔ لیکن جو ہو چکا سو ہو چکا۔

کیا ملکیت زمین کو خود کاشت کی حد تک محدود کرنے سے زمین کے تمام جھگڑے ختم نہیں ہو جائیں گے؟ کیا اس اقدام سے تمام دیوانی اور فوجداری مقدمات سے نجات نہ مل جائے گی جو زمین کے متعلق ہوتے ہیں؟ اور جنھوں نے عدلیہ اور انتظامیہ کو پریشان کر رکھا ہے۔ کیا زرعی اصلاحات سے مالک و مزارع کی طبقاتی کش مکش کا ہمیشہ کے لیے قصہ ختم نہ ہو جائے گا۔ اور کیا ہر کاشت کار کو زمین مہیا ہونے کی گارنٹی نہ مل جائے گی۔ کیا کسانوں کا مفاد مشترک نہ ہو جائے گا اور کیا ان میں باہمی اتحاد، اسلامی اخوت اور مل جل کر کام کرنے کی صلاحیت خود بخود پیدا نہ ہوتی چلی جائے گی؟ اور کیا باہمی متحدہ عمل سے رزق میں بے حد فراوانی نہ ہو گی؟ اور کیا رزق حاصل کرنے میں آسانی اور فراوانی سے معاشی جرائم کا خاتمہ نہ ہو گا؟ یقیناً بٹائی سسٹم کو ختم کرنے سے ایمان اور اعمال صالح جن پر قرآن کریم نے بے حد زور دیا ہے ترقی کریں گے اور دنیا میں امن چین اور آرام کا دور دورہ ہو گا اور آخرت میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے دائمی جنت عطا ہو گی۔

رہ گئے کرائے اور منافع۔ ان کو ختم کرنے اور ملت کے ہر فرد کو ذرائع پیدا وار مہیا کرنے

کے لیے دوسری تجویز یہ ہے کہ نظام زکوٰۃ قائم کیا جائے اور زر زکوٰۃ سے مختلف قسم کے کارخانے اور مکان بنائے جائیں اور وہ ان لوگوں کے سپرد کیے جائیں جن کے پاس اپنے ذرائع پیداوار نہیں ہیں اور جو دوسروں کے سرمایہ پر کام کر کے ان کو منافع اور کرائے دینے پر مجبور ہوتے ہیں۔

کیا اسلام میں صلوٰۃ کے بعد زکوٰۃ پر سب باتوں سے زیادہ زور نہیں دیا گیا۔ کیا زکوٰۃ گداگری سکھانے کے لیے قائم کی گئی تھی یا ملت کے ہر فرد کو ذرائع پیداوار مہیا کرنے کے لیے؟

نظام زکوٰۃ کی برکات پر غور فرمائیے۔ کیا چند سالوں میں اس کے قیام سے اتنے کارخانے نہ بن جائیں گے جن میں ہر نادار و حاجت مند کو اپنے قومی سرمایہ پر کام مل سکے۔ اور کیا انسانی ضرورت کی مختلف اشیا اس قدر بہتات سے نہ بن سکیں گی کہ وہ ہر فرد ملت کو مہیا ہو سکیں؟ کیا نظام زکوٰۃ کے قیام سے صنعتی منافع خوری کا دروازہ بند نہ ہو جائے گا اور کارخانہ دار اور مزدور کا جھگڑا ہمیشہ کے لیے دفن نہ ہو جائے گا؟

یقیناً نظام زکوٰۃ کے قیام سے نئے دور کا آغاز ہوگا۔ اسلامی اخوت ابھر آئے گی (فاصبحتم بنعمتہ اخوانا) آپس میں مفاد کی ٹکر ختم ہو گی۔ مشترک مفاد ہونے کی وجہ سے عمل میں اتحاد پیدا ہوگا۔ ہر فرد ملت کو روزگار مہیا ہونے کی ضمانت ملے گی لہذا معاشی جرائم کا خاتمہ ہو گا۔ لوگوں کو اطمینان اور امن و چین نصیب ہو گا اور خوف و حزن جاتا رہے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (ترجمہ) جو لوگ ایمان لاتے اور کام اچھے کرتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان کو کوئی ڈر نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (البقرہ ع ۳۸)

رہا تجارتی منافع۔ تمام اشیاء جو انسانی زندگی کے لیے ضروری ہیں وہ یا تو زمین سے پیدا ہوتی ہیں یا کارخانہ میں تیار ہوتی ہیں۔ زرعی اور صنعتی اصلاحات کے نفاذ سے جب ملت کے ہر فرد کو ذرائع پیداوار مہیا ہو جائیں گے اور اشیاء کی تیاری اسلامی تعلیم کی روح کے

مطابق ہونے لگ جائے گی تو شعبہ تجارت سے منافع خوری کو ختم کر دینا کوئی مشکل نہیں۔

مروجہ سودی نظام میں تجارت کا مقصد روپیہ لگا کر منافع کمانا ہے مگر اسلامی نظام میں تجارت کا مقصد یہ ہوگا کہ ہر ایک آدمی کو اس کی ضرورت کی چیز پہنچ جائے۔ یہ کام امداد باہمی کے طریق پر نہایت آسانی سے ہو سکتا ہے۔ مشورہ اور امداد باہمی اسلام کا حکم ہے۔ امرھم شوریٰ بینھم و تعاونوا علی البر والتقویٰ۔ امداد باہمی کی انجمنیں اپنی وافر اشیا دوسری انجمنوں کے ہاتھ بیچنے اور دوسروں کی وافر اشیاء اپنی ضرورت کے لیے خریدنے کا انتظام اور حسب ضرورت اپنے لوگوں کے ہاتھ اصل لاگت پر فروخت کرنے کا کام بآسانی کر سکتی ہیں۔ اس طرح شعبۂ تجارت سے منافع خوری کو بالکل ختم کیا جا سکتا ہے۔

کیا قرآن کریم نے حقوق العباد کو واضح طور پر بیان کرنے میں کوئی کسر اٹھا رکھی ہے اور ان کی نگہداشت اور ادائیگی کے لیے صریح احکام صادر نہیں فرمائے؟ کیا وہ حیلوں بہانوں سے دوسروں کی کمائی ہوئی دولت کھانے کی اجازت دیتا ہے؟ کیا قرآن کریم دولت جمع کرنے یا زمین پر قبضہ کر کے بٹائی، کرایہ، منافع اور بڑھوتری خوری کی تعلیم پیش کرتا ہے یا برخلاف اس کے اپنی ضرورت سے زائد دولت اللہ کی راہ میں دے دینے کا حکم دے کر جھگڑے اور فساد کی جڑ کاٹ دیتا ہے؟ کیا یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو قرآن کی آیت نہیں۔ کیا وہ زمین، مکان، مشین اور سامان اپنی ضرورت سے زائد نہیں جس پر بٹائی، کرایہ، منافع وغیرہ لیا جاتا ہے۔ اور کیا اس کا دوسروں کو بڑھوتری خوری کے لیے دیا جانا ہی اس بات کا ثبوت نہیں کہ وہ اپنی ضرورت سے زیادہ ہے؟

بے شک زبردست آدمی مختلف طریقوں سے دولت جمع کر سکتے ہیں زمینوں پر قبضہ بھی جما سکتے ہیں اور سرمائے کے بل بوتے پر بٹائی، کرایہ، منافع اور سود کے نام پر دوسروں کی کمائی بھی کھا سکتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ کیا حضرت محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہی بڑھوتری کی تعلیم لائے تھے اور کیا آپؐ نے فرمایا تھا کہ مسلمانو! بڑھوتری یعنی بٹائی، کرایہ،

منافع وغیرہ کی کمائی کھایا کرو؟ کیونکہ یہ بڑی طیب، حلال اور نیک کمائی ہے؟ کیا غلاموں کے والی، یتیموں کے مولا فقیروں کے ملجا اور ضعیفوں کے ماوٰیؐ کی زبان مبارک سے ایسے الفاظ نکل سکتے ہیں؟ وہؐ کمزوروں اور ناتوانوں کے سر سے بٹائی کرائے منافع اور سود وغیرہ کا بوجھ اتارنے کے لیے اللہ تعالٰے کی طرف سے تعلیم لائے تھے یا ان پر لدے ہوئے اس بوجھ کی گرفت کو اور مضبوط کرنے کے لیے آئے تھے؟ کیا وہؐ خود بڑھوتری کی تعلیم کا عملی نمونہ پیش کرنے کے لیے آئے تھے یا برعکس اس کے اپنی محنت کی نیک کمائی ہی سے ایثار اور قربانی کا عملی سبق سکھانے کے لیے تشریف لائے تھے؟

اچھی طرح غور کیجیے کیا بڑھوتری کی بنائے فساد تعلیم کو اسلام کی طرف منسوب کرنا ظلم عظیم نہیں اور کیا جناب محمد الرسول اللہ صلعم جیسی مقدس ہستی اور آپؐ کے پاک صحابہ کرامؓ جو قرآن کریم کی تعلیم کا عملی نمونہ تھے۔ جن کے حق میں اللہ تعالٰے نے فرمایا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ ان کی طرف بٹائی، کرایہ، منافع اور بڑھوتری کو منسوب کرنا پرلے درجے کی بے انصافی نہیں؟

ہم پھر دعوے سے یہ بات پیش کرتے ہیں کہ آپ کو بڑھوتری کے جواز میں قرآن کریم سے کوئی آیت نہیں ملے گی۔ اور نہ حدیث شریف میں کوئی ایسی روایت ملے گی جس میں لکھا ہو کہ مسلمانو! بڑھوتری شوق سے کمایا کرو اور کھایا کرو، یہ نیک اور حلال و طیب کمائی ہے۔

اسلام کا صریح اور واضح فرمان ہے کہ سودی دستور اللہ تعالٰے اور رسولؐ کے ساتھ جنگ ہے اسے چھوڑ دو اور نظام زکوٰۃ انسان کی فلاح و بہبود کا ضامن ہے اسے قائم کرو مگر معاشرے میں اس کے برعکس نظام زکوٰۃ مفقود اور سودی دستور العمل جاری ہے جس میں سرمایہ کے ہتھیاروں سے دوسروں کی محنت کی کمائی حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جیسا کہ ہم نے شروع میں بیان کیا ہے مختلف طریقوں سے دوسروں کی محنت کی کمائی پر ہاتھ صاف کرنا ہی فساد کی جڑ ہے جس میں سودی دستور اول نمبر پر ہے۔

بڑھوتری خوری کے بنائے فساد دستور العمل کو توڑنے کے لیے زرعی صنعتی تجارتی اصلاحات

اور نظامِ زکوٰۃ کے ذریعے ملت کے ہر فرد کو ذرائع پیداوار مہیا کرنا لازمی ہے۔ اس کے بغیر سودی دستور العمل نہیں ٹوٹ سکتا۔ پاکستان اسلامی نظریہ پر بنایا گیا تھا۔ اسلامی نظام قائم کرنے کے لیے بٹائی، کرایہ، منافع اور سود یعنی بڑھوتری خوری کا خاتمہ اور نظامِ زکوٰۃ کا قیام ضروری ہے۔ اس کے بغیر کوئی نظام اسلامی نہیں ہو سکتا اور نہ دستور و قانون اور اعمال کو اسلامی تعلیم کی سطح پر لایا جا سکتا ہے۔ لہٰذا اسلامی دستور العمل کے قیام کے لیے کوشش کرنا ہر فردِ ملت کا فرض ہے۔ اس میں امیر غریب سب کا بھلا ہے ورنہ مغربی تہذیب تمدن کا چھا جانا یقینی ہے جس کا نتیجہ لادینی اور الحاد ہے۔

"اور آپ ان میں سے بہت آدمی ایسے دیکھتے ہیں جو دوڑ دوڑ کر گناہ اور ظلم اور حرام کھانے پر گرتے ہیں۔ واقعی ان کے یہ کام بُرے ہیں۔ ان کو مشائخ اور علماء گناہ کی بات کہنے سے اور حرام مال کھانے سے کیوں نہیں منع کرتے، واقعی ان کی یہ عادت بُری ہے۔"

قرآن، سورۃ المائدہ

"شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمھارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کر دے۔ اور اللہ تعالےٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو اب بھی باز آؤ گے۔"

قرآن، سورۃ المائدہ